خبرنامہ آئی او ایس

جلد: ۱۲ شمارہ: ۱ جنوری تا مارچ ۲۰۱۳ء/صفر المظفر تا ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ

قیمت: ۵ روپیے

”وسائل اور افرادی قوت کی کمی کے باوجود آئی او ایس کا قافلہ رواں دواں ہے“- پروفیسر رفاقت علی

مشہور و معروف مؤرخ و دانشور پروفیسر رفاقت علی کی گوناگوں صفات کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے۔ انھیں یہ فخر حاصل ہے کہ یہ روزانہ رات کو ہندی اور اردو میں لال قلعہ کے اندر ہونے والے ساؤنڈ اینڈ لائٹ پروگرام کے تاریخی مشیر رہے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ فاؤنڈیشن آف سارک (SAARC) رائٹرس اینڈ لٹریچر کے علاوہ متعدد اداروں و انجمنوں سے منسلک رہے ہیں۔ جہاں یہ ایک جانب انڈین ہسٹری کانگریس کے لائف ممبر ہیں وہاں دوسرے جانب آئی او ایس کے تحت تیار پانچ جلدوں پر مشتمل جدوجہد آزادی میں مسلمانوں کے کردار کے نگراں ہیں۔ اس کی آخری جلد عنقریب آنے والی ہے۔ علم و تحقیق میں آزادی اظہار خیال کے رسیا پروفیسر کا یہ شغف انھیں آئی او ایس کی تاسیس کے فوراً بعد ہی اس سے قریب لانے کا سبب بنا۔ فی الوقت یہ اس کے جز لاینفک ہیں اور آئی او ایس کے ذریعہ تفویض کردہ علمی و تحقیقی کاموں میں مصروف ہیں۔ اس میں ان کی بڑھتی ہوئی عمر بھی رکاوٹ نہیں بنتی ہے اور انھیں نہیں تھکاتی ہے۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ کے شعبہ تاریخ سے ریٹائرمنٹ کے بعد آئی او ایس میں علمی و تحقیقی کام ان کی توجہ کا مرکز ہے۔ جو بات انھیں محو حیرت کرتی ہے وہ یہ ہے کہ محدود وسائل اور افرادی قوت کی کمی کے باوجود آئی او ایس کا قافلہ اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ رواں دواں ہے۔ ذیل میں مدیر آئی او ایس خبرنامہ خورشید عالم کے ذریعہ ان سے کی گئی لمبی بات چیت کے اقتباسات دیے جا رہے ہیں۔ جن سے ان پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے جو کہ اَن کہے بھی ہیں اور اچھوتے بھی ہیں۔

سوال: سب سے پہلے تو یہ بتائیں کہ آپ اپنی طالب علمی کے زمانے سے سوشلسٹ و کمیونسٹ افکار سے متاثر تھے اور ان کے درمیان آپ کا اٹھنا بیٹھنا بھی تھا تو پھر اسلامی بنیاد پر بنے تھنک ٹینک آئی او ایس سے آپ کس طرح وابستہ ہوگئے؟

جواب: ہماری طالب علمی کے زمانے اور آئی او ایس کے قیام میں کافی فاصلہ ہے۔ ہمارا بننا اور بگڑنا آئی او ایس سے بہت پہلے کا ہے۔ شروع سے ہمارا مزاج یہ رہا کہ ہمیں کسی کی غلامی قبول نہیں تھی یعنی ہم کمپیوٹر بننے کے لیے تیار نہیں تھے جو سب کچھ کے باوجود ماؤس کے اشارے پر کام کرتا ہے اور اس کا اپنا کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں پروفیسر خلیق احمد نظامی، پروفیسر نورالحسن اور پروفیسر عرفان حبیب میرے تین مشفق اور محترم اساتذہ تھے۔ اس کے باوجود میں نے طے کیا کہ میں ان میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی نہیں جاؤں گا کیونکہ ان کے یہاں آزادی ذہن نہیں ہے، سب کچھ چھوڑ کر ان کی سنو اور ان کی کہو جبکہ مجھے خود اپنا سوچنا تھا اور اپنا کہنا تھا۔ انڈین ہسٹری کانگریس جس کا میں لائف ممبر ہوں، کا سال میں ایک بار اجلاس ہوتا تھا، میں نے اس میں شریک نہیں ہونے کا فیصلہ کیا۔ وہاں بھی آزادی ذہن نہیں ہے۔ سوچنے والا آدمی ہوں، خاموش نہیں بیٹھ سکتا، اس لیے میں کبھی بائیں بازو کی فکر سے آزاد نہیں رہا البتہ کام سے الگ رہا۔ اسلام اور مسلمانوں کے تعلق سے اس بنیادی فرق کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ اسلام عقیدہ اور دین ہے اور مسلمان جماعت ہے۔ اسلام کی بھلائی کا مطلب جماعت کی بھلائی ہے۔ میں خود مسلمان ہوں اور اسی حیثیت سے متعارف ہوں۔ اس لحاظ سے کبھی بھی اس سے الگ نہیں رہا۔

سوال: آئی او ایس کا تعارف آپ کو کب، کیسے اور کس طرح ہوا؟

جواب: 1980 کی دہائی کی بات ہے، میں مہاراشٹر کے اورنگ آباد میں واقع مولانا آزاد کالج آف آرٹ، سائنس اینڈ کامرس کا پرنسپل تھا۔ وہاں کی نوکری چھوڑ کر دہلی آ گیا، اور یہاں جامعہ ملیہ اسلامیہ میں بحیثیت تاریخ کے استاد کے درس و تدریس میں مشغول ہو گیا۔ یہاں میں نے ڈاکٹر محمد منظور عالم کا نام سنا، بٹلہ ہاؤس کے مرادی روڈ پر آئی او ایس کا آفس تھا۔ میری رہائش بھی جامعہ نگر کے علاقے میں تھی، میں وہاں جانے لگا اور اس کی وجہ اس کے ذریعہ کیے جا رہے کاموں کی کشش تھی جو مجھے متاثر کر رہی تھی۔ مجھے لگا کہ اس کے کاموں کے پیش نظر مجھے اس سے وابستہ ہو جانا چاہیے۔ اس کے بعد میری ملاقات ڈاکٹر محمد منظور عالم سے بڑھ گئی۔ اسی درمیان آئی او ایس نے جدوجہد آزادی میں ’رول آف انڈین مسلمز‘ سیریز نکالنے کا فیصلہ کیا تو ڈاکٹر محمد منظور عالم نے ہمیں اس علمی کام میں شریک کیا۔ میں نے کہا کہ آپ جس قسم کا کام کرنا چاہتے ہیں اس کے لیے پڑھے لکھے آدمی کی ضرورت ہے۔ میں میڈیئول ہسٹری کا آدمی ہوں، ممکن ہے اس کا حق ادا نہ کر پاؤں۔ اس پر منظور صاحب نے مجھ سے کہا کہ آپ ہسٹری کے استاد ہیں، اسے ٹکڑوں میں مت دیکھیے۔ پروجیکٹ میں جو چیز صحیح لگے اسے لے لیجیے اور باقی ہٹا دیجیے۔ میں نے اس کام کو بطور چیلنج قبول کیا۔ یہ سیریز تین سال میں مکمل ہونا تھی لیکن اس میں پانچ سال لگ گئے۔ اسی عرصہ میں آئی او ایس جنرل باڈی کی میٹنگ کا دعوت نامہ آیا جس پر میں نے کہا کہ میں تو اس کا رکن نہیں ہوں، اس لیے کیسے شریک ہو سکتا ہوں۔ اس پر منظور صاحب نے کہا کہ آپ آئی او ایس کے رکن بن جائیے۔ چونکہ میں اس سے بلاواسطہ جڑا ہوا تھا اس لیے میں اس میں (بقیہ صفحہ 3 پر)

پروفیسر رفاقت علی سے بات چیت کرتے ہوئے خورشید عالم

اداریہ

قانون سے بے خوفی و بے پرواہی کا خطرناک رجحان

یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ آج ہمارے ملک میں قانون کی حکمرانی جس انداز سے ہونی چاہیے وہ نہیں ہورہی ہے، تبھی تو قانون سے بے خوفی و بے پرواہی کا رجحان جہاں عام عوام میں بڑھتا ہوا محسوس ہوتا ہے وہیں وہ لوگ جن کے ہاتھوں میں قانون ہوتا ہے ان کے یہاں بھی یہ رجحان بدرجہ اتم دیکھا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ معاشرہ میں مختلف قسم کے قوانین رہنے کے باوجود عام آدمی کے اندر اس کا خوف عنقا ہوگیا ہے۔ دوسری جانب قانون کے محافظ خود اس کے شکاری بنے ہوئے دِکھتے ہیں۔

ابھی حال میں 1984 کے اواخر میں اس وقت کی وزیر اعظم محترمہ اندرا گاندھی کے قتل کے بعد دہلی و ملک کے دیگر حصوں میں سکھ اقلیت کے افراد کی جان و مال کے ساتھ جو کھیل کھیلا گیا، آج عدالتوں میں اس کو ثابت کرنا بھی مشکل ہورہا ہے، معاملہ صرف اتنا ہی نہیں ہے کہ اس وقت ایک سیاسی پارٹی کے بعض رہنماؤں نے اس کی سرپرستی کی یا اس میں حصہ لیا بلکہ معاملہ تو یہ بھی ہے کہ عام عوام کا ایک طبقہ بھی اس میں ملوث دیکھا گیا، چاندنی چوک دہلی کی گلیوں میں ایک علاقہ نئی سڑک کا بھی ہے۔ ایک صبح اس علاقے کے متعدد افراد سلائی مشین کی دکان کا تالہ توڑنے کے بعد اسے لوٹنے میں اس طرح شریک دیکھے گئے کہ ہر ایک شخص کے دونوں ہاتھوں میں مشین یا اس کے پرزے موجود تھے اور وہ اسے اپنے گھروں میں لے کر جارہا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ قانون کا کوئی خوف نہیں تھا۔ لیکن اسی روز جب رات کو 12 بجے یہ اعلان پولس کی جانب سے ہوا کہ مکان کی تلاشی ہوگی اس لیے جو لوگ لوٹ کا سامان لے گئے ہیں وہ متعلقہ گلیوں میں فوراً لاکر رکھ دیں اور پھر یہی ہوا اور پولس نے ان تمام سامانوں کو ضبط کرلیا۔ اس واقعہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اگر قانون کی حکمرانی ہو تو قانون سے بے خوفی اور بے پرواہی ہرگز نہیں ہوسکتی ہے۔ قانون کے رکھوالوں کی سطح پر بھی جو واقعات ہو رہے ہیں وہ بھی کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ پولس حراست اور جیلوں کے اندر بند قیدیوں میں بعض کی ہلاکت یا خودکشی کے واقعات اس طرح رونما ہوجاتے ہیں جیسے لگتا ہے کہ پولس کے یہاں اور جیلوں میں بھی قانون کی حکمرانی کا فقدان ہوگیا ہے، تبھی تو سپریم کورٹ نے حال میں اس تعلق سے سخت تنبیہ کی ہے۔

دراصل قانون کی حکمرانی کی گراوٹ، قانون کے رکھوالوں اور عوامی سطح پر قانون سے بے خوفی اور بے پرواہی کا یہ وہی اہم ایشو ہے جس کے پیش نظر آئی او ایس نے 9 دسمبر 2012 کو ایک خصوصی پروگرام کا اہتمام کیا اور اس میں سابق چیف جسٹس اے ایم احمدی نے قانون کے رکھوالوں اور عوام دونوں کو تنبیہ کرتے ہوئے کہا کہ اس جانب توجہ دینے کی شدید ضرورت ہے ورنہ ملک کے اندر افراتفری اور انتشار کو روکنا مشکل ہوجائے گا۔

ایڈیٹر

ارشاد ربّانی

ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہوجاؤ اور شیطان کے قدموں کی تابعداری نہ کرو، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

(سورۃ البقرہ: 208)

ترجمہ: مولانا محمد جوناگڑھی

چیف ایڈیٹر : ڈاکٹر محمد منظور عالم

ایڈیٹر : خورشید عالم

سرکولیشن منیجر : سید محمد ارشد کریم

کمپوزنگ و لے آؤٹ : نظیر الحسن

بدل اشتراک : 20 روپے سالانہ

انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز

162/ جوگا بائی مین روڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی-110025

فون نمبر: 26981187, 26989253 فیکس: 26981104

E-mail: manzoor@ndf.vsnl.net.in

Website: www.iosworld.org

(صفحہ 1 کا بقیہ)

باضابطہ شامل ہوگیا۔انھوں نے کبھی آزادی فکر پر روک نہیں لگائی اگر اتفاق ہوا تو او کے (OK) کردیا ورنہ اپنی بات رکھدی۔ اس لیے اس کو جوائن کرنے میں مجھے کوئی پریشانی نہیں ہوئی۔

سوال: تاریخ آپ کا میدان کار ہے۔ لہٰذا براہ کرم یہ بتائیں کہ کیا مستقبل کی تاریخ میں اس 27 سالہ تھنک ٹینک کا اپنی کارکردگی کی بنیاد پر کوئی مخصوص مقام رہے گا؟

جواب: نظام زندگی میں کل آنا لازمی ہے اور کل کے بعد پرسوں آئے گا۔ تاریخ ہمیں راہ دکھاتی ہے یعنی مستقبل کی نشاندہی کرتی ہے تاکہ ہم لوگ اس راستے کو پہچان سکیں۔ مثال کے طور پر ہمارے دوست پروفیسر زیڈ ایم خاں جو کہ آئی او ایس کے جنرل سکریٹری ہیں کی 'ایمپاورمنٹ آف مسلم' پر جو کتاب ہے وہ مختلف پہلوؤں کو سامنے رکھ کر لکھی گئی ہے۔ ایمپاورمنٹ پر یہ اکیلی کتاب نہیں ہے بلکہ ایمپاورمنٹ کی سیریز ہے۔ ان میں یہ سبھی چیزیں نظر آئیں گی جس سے متعلق آپ سوال کررہے ہیں۔ گویا کہ آج اور کل کے پیش نظر ہم ماضی میں جارہے ہیں۔ ملک کی آزادی پر ہماری تین کتابیں آئی ہیں اس میں تفصیل دی ہے کہ 1857 سے 1947 کی جنگ آزادی میں کتنے مسلمان جیلوں میں گئے۔ دراصل ماضی کا ذکر اور حال کی کوششوں کی تفصیل کا مقصد ہی مستقبل کی منصوبہ بندی ہے۔ اس لحاظ سے یہ کتابیں کافی اہم ہیں۔

سوال: کیا اس سلسلے میں آپ یہ وضاحت بھی کریں گے کہ اس کارکردگی میں کون سا پہلو ابھرا ہوا ہے؟

جواب: آئی او ایس کی کارکردگی میں دو پہلو نمایاں اور ابھرے ہوئے ہیں (۱) حدود محدود نہیں ہیں یعنی ریسرچ کا دائرہ لامحدود ہے (۲) محدود وسائل اور افرادی قوت کی کمی کے باوجود آئی او ایس کا زندہ رہنا منظور (ڈاکٹر محمد منظور عالم) کا کمال ہے۔ حدود کا محدود نہ ہونا، اسے میں آبجیکٹیو اسٹڈیز کے لیے فائدہ مند سمجھتا ہوں کیونکہ میں خود آزادی فکر کا قائل ہوں۔ بڑی بڑی عبقری شخصیات جیسے مولانا مودودیؒ، شیخ احمد سرہندیؒ، مجدد الف ثانیؒ اور شاہ ولی اللہؒ وغیرہ کی تعظیم وتکریم میں کوئی کمی نہیں کی ان پر تقاریر، سیمینار کرائے ان کے نام پر ایوارڈ کا سلسلہ شروع کیا لیکن ان کے رائے ہمارے لیے منشور نہیں ہے۔ اسلام میں اجتہاد کا راستہ ہے اور اس کی دو شکلیں ہیں ایک اجماع اور دوسرا قیاس ہے۔ آئی او ایس مثبت طریقے سے اس پر عمل پیرا ہے۔

سوال: آپ کے خیال میں آئی او ایس کا ملک وملت کے تعلق سے سب سے بڑا کارنامہ کیا ہے؟ کیا ایک تھنک ٹینک کی حیثیت سے یہ کسی بھی شعبہ حیات یا فیصلے پر اثر انداز ہوا ہے؟ اگر ہاں تو اس کی مثال؟

جواب: کسی ادارے کو ختم کرنا ہو تو یہ سوال کیا جائے۔ یہ سوال محدودیت کی طرف لے جاتا ہے۔ آئی او ایس کی بنیاد اجتماعی کام پر مبنی ہے۔ اگر اسے محدود کردیا جائے گا تو یہ ختم ہوجائے گا۔ مجموعی طور ہمارے سارے کام ہماری نشانی ہیں جس دن آپ نے یہ کہہ دیا کہ یہ سب سے اچھا کام ہے اسی دن یہ ختم ہوجائیگا۔

سوال: آئی او ایس نے مختلف موضوعات پر بڑے بڑے پروجیکٹ کے تحت کام کرایا ہے۔ موضوعات تو یقیناً بڑے اہم محسوس ہوتے ہیں لیکن کیا یہ حوالے، مواد اور معیار کے لحاظ سے بھی معتبر ہیں؟

جواب: میں نے جو کام دیکھے ہیں یعنی جو کام میری نگرانی میں انجام پایا ہے، اس میں نیشنل موومنٹ پر 6 جلدوں کی سیریز نکالنا تھا۔ میرے پاس 5 جلدیں آگئیں۔ ایک جلد اتر پردیش میں نیشنل موومنٹ سے متعلق تھی یہ جلد سب سے پہلے آئی تھی۔ میں نے اسے دیکھا تو مجھے اطمینان نہیں محسوس ہوا اور میں نے اسے چھپنے کی اجازت نہیں دی۔ مدھیہ پردیش کے نیشنل موومنٹ پر ایک جلد آئی جس پر کافی رقم خرچ ہوئی تھی لیکن کام اطمینان بخش نہیں ہوا تھا۔ لہٰذا اسے بھی چھپنے کی اجازت نہیں دی۔ دوسال کے بعد یہ جلد پھر میرے پاس آنے والی ہے میں اسے دوبارہ دیکھوں گا اور اگر ہمارے معیار پر پوری اتری تو شائع کریں گے ورنہ نہیں کریں گے۔

سوال: آئی او ایس کی معرکۃ الآرا کتاب '100مسلمز' کے حوالے سے کہا جاتا ہے کہ اتنی اہم کتاب ہونے کے باوجود اس میں حوالے نہیں ہیں؟

جواب: یہ کتاب کوئی پی ایچ ڈی کا مقالہ نہیں ہے، پی ایچ ڈی مقالہ میں حوالہ جات ہوتے ہیں۔ اس کتاب میں ذاتیات سے متعلق چیزیں ہیں۔ ذاتیات پر کام کرتے وقت کئی طرح کی پریشانیاں سامنے آتی ہیں اور ان میں اختلاف بھی ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر پیغمبر اسلام حضرت محمدؐ کی تاریخ پیدائش اور وفات پر اتفاق رائے نہیں ہے۔ کئی تاریخیں ملتی ہیں۔ جب اس عظیم ہستی کے بارے میں جانکاری کا یہ حال ہے تو دیگر لوگوں کے بارے میں بھی یہ عین ممکن ہے۔ تاریخ کے معاملے میں کوئی آبجیکٹیو نہیں ہوتا ہے۔ لکھنے والے کی سمجھ میں جو آتا ہے وہ وہی لکھتا ہے چاہے دوسرا اس سے کتنا ہی اختلاف کیوں نہ کرے۔□□

’’قانون سے بے خوفی و بے پرواہی کا خاتمہ لازمی‘‘

آئی او ایس لیکچر کے دوران جسٹس احمدی کا اظہارِ خیال

دائیں سے: پروفیسر فیضان مصطفیٰ، جسٹس اے ایم احمدی، ڈاکٹر محمد منظور عالم اور پروفیسر اشتیاق دانش

سابق سپریم کورٹ چیف جسٹس اے ایم احمدی نے 9 دسمبر 2012 کو انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز (آئی او ایس) کے زیر اہتمام آئی او ایس جنرل اسمبلی کے 26 ویں سالانہ اجلاس کے موقع پر منعقد لیکچر بعنوان ’’بڑھتی ہوئی بے خوفی و بے پروائی اور گرتی ہوئی قانون کی حکمرانی‘‘ کہا کہ قانون سے بے خوفی و بے پرواہی اور قانون کی حکمرانی کا ایک دوسرے سے گہرا تعلق ہے۔ لہٰذا اگر قانونی کی حکمرانی میں گراوٹ آتی ہے تو بے خوفی و بے پروائی یقیناً بڑھے گی۔ انہوں نے کہا کہ ستم ظریفی تو یہ ہے کہ کچھ فاسسٹ اور فرقہ وارانہ پارٹیاں جو اپنے عقیدت مندوں کے ذریعہ نفرت آمیز تقریروں اور تشدد پر اپنی سیاست کرتی ہیں، اس بات سے بے خوف اور بے پرواہ رہتی ہیں کہ اُن کے خلاف کوئی ایکشن بھی ہوسکتا ہے۔ انہوں نے اس بات پر زور ڈالتے ہوئے کہا کہ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ قانون سے بے خوفی و بے پروائی کو سختی سے ختم کیا جائے۔

اس تعلق سے انہوں نے ممبئی کے شیواجی پارک میں ریاستی حکومت کے فیصلے کے خلاف جاکر بال ٹھاکرے کی یادگار کے ڈھانچے کو ہٹانے کی اجازت نہ دینے کی دھمکی اور حیدرآباد میں چارمینار سے متصل ہندو مذہبی تعمیر کی مثال دیتے ہوئے کہا کہ اِسی قسم کا معاملہ بابری مسجد کے معاملے میں دیکھنے کو ملا جو کہ بالآخر اس کے انہدام کی شکل میں رونما ہوا۔

جسٹس احمدی نے کہا کہ آج پورے ملک میں مسلم نوجوانوں کی غلط و فرضی الزامات پر گرفتاری کے سبب خوف و ہراس کی فضا پائی جارہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ حد تو یہ ہے کہ کسی بھی واقعہ کے فوراً بعد پولیس کو اس کے مرتکب تنظیم کے نام کا پتا چل جاتا ہے جبکہ واقعہ سے قبل وہ اس سے لاعلم ہوتے ہیں اور پھر فوراً ہی چند مسلم نوجوان اٹھالئے جاتے ہیں اور ان کی گرفتاری بھی عمل میں آجاتی ہے۔ اس ضمن میں انہوں نے مکہ مسجد حیدرآباد، مالیگاؤں، سمجھوتہ ایکسپریس، اجمیر، دہلی و دیگر مقامات میں ہوئے بم بلاسٹ کے تعلق سے ملک کے مختلف علاقوں سے نوجوانوں بشمول صحافی سیّد محمد احمد کاظمی کی ہوئی گرفتاریوں کا حوالہ دیا۔ انہوں نے اس موقع سے یہ سوال اٹھایا کہ الزامات ثابت نہ ہونے پر متعدد لوگوں کی عدالت کے ذریعہ رہائی کے بعد انہیں اُن کے کھوئے ہوئے لمحات، کیریئر اور عزت و ناموس کون لوٹائے گا اور پھر سے اُن کی بازآبادکاری کون کرے گا؟ نیز سماج میں انہیں باعزت شہری کی حیثیت سے کون اور کس طرح قبول کرے گا؟

انہوں نے یہ بھی کہا کہ یہ امر تشویشناک ہے کہ ملک میں پھر سے فرقہ وارانہ کشیدگی اور فضا پائی جارہی ہے۔ اس ضمن میں اترپردیش میں فیض آباد، کوسی کلاں، پرتاپ گڑھ غازی آباد اور مہاراشٹر کے آکوٹ کا تذکرہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ان میں جان و مال کے جو نقصانات ہوئے وہ کسی سے ڈھکے چھپے نہیں ہیں۔ ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ آسام میں جو لاکھوں افراد بے گھر ہوئے ہیں وہ راحت کیمپوں کے خالی ہوجانے کے باوجود بھی اپنے اپنے گھروں کو واپس نہیں لوٹ سکے ہیں اور اس تعلق سے انہیں ان کے آبائی مقامات پر پھر سے بسانے کی کوئی سنجیدہ کوشش بھی نہیں ہورہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ عجیب بات تو یہ ہے کہ وزیراعلیٰ اترپردیش اکھلیش یادو نے وہاں کے فسادات کے متعلق کہا کہ یہ دراصل ان کی حکومت کو بدنام کرنے کی سازش ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ سماج کے بعض فرقہ پرست عناصر اس یقین کے ساتھ اس شرمناک حرکت کو انجام دے رہے ہیں کہ پولیس اور انتظامیہ تو ان کے خلاف کوئی ایکشن لے گا ہی نہیں۔

جسٹس احمدی نے آخر میں کہا کہ مرکزی و ریاستی حکومتوں کو فرقہ وارانہ سازش کرنے والے لوگوں اور تنظیموں کے خلاف سخت اقدامات اٹھانے چاہئے، لاء اینڈ آرڈر مشینری کو چست و درست کرنا چاہئے اور مجرموں کے ساتھ ساتھ متعلقہ علاقوں میں ہونے والے واقعات کے تعلق سے پولیس کے آفیسر انچارج کو سزا دینی چاہئے نیز فسادات اور پولیس انکاؤنٹر واقعات میں ہلاک ہوئے افراد کے ورثاء کو ہرجانہ کے طور پر کم از کم 25 لاکھ روپے دیا جانا چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ یہ سب کچھ جب تک نہیں ہوتا ہے تب تک اس اہم مسئلے سے نمٹنا مشکل رہے گا۔

مذکورہ لیکچر کے دوران ملک کی مختلف ریاستوں سے آئے آئی او ایس جنرل اسمبلی کے ارکان و مدعوین خصوصی کے علاوہ شہر کے دیگر دانشوران، وکلاء، صحافی اور علماء نے شرکت کی۔ اس موقع پر نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد بھی موجود تھی جس سے یہ اندازہ ہورہا تھا کہ لیکچر کے موضوع سے نوجوانوں کو خصوصی دلچسپی ہے۔ آخر میں پروفیسر اشتیاق دانش نے تحریک شکریہ پیش کیا۔ □□

''ملت کے ایشوز پر نظر رکھنے کے لحاظ سے آئی او ایس کا کوئی ثانی نہیں''

کمپیوٹر طالبات کے اسناد تقسیم پروگرام میں کے رحمٰن خاں کا اظہار خیال

دائیں سے — پشپیندر سنگھ، درمیان میں — کے رحمٰن خاں اور صفدر حسین طالبات کو اسناد دیتے ہوئے ساتھ میں ڈاکٹر محمد منظور عالم

''سچر کمیٹی رپورٹ مسلمانوں کی صورتِ حال کا آئینہ ہے۔ اس رپورٹ کی سفارشات صرف حکومت کے لئے ہیں، یہ سمجھنا بڑی بھول ہوگی۔ سچر کمیٹی نے نشاندہی کی ہے کہ کن کن سیکٹروں میں ہندوستان کا مسلمان پچھڑ گیا اور اسے صرف حکومت تنہا دور نہیں کر سکتی جب تک اس ملک کا مسلمان خود آگے نہیں بڑھتا اُن کا پچھڑا پن دور نہیں ہو سکتا۔'' اِن خیالات کا اظہار 26/دسمبر 2012 کو انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز (آئی او ایس) کے ہال میں آئی او ایس کمپیوٹر ٹریننگ سینٹر برائے خواتین اور دہلی اقلیتی کمیشن کے مشترکہ تعاون سے منعقد ہوئے کمپیوٹر پروگرام میں کامیاب ہوئی طالبات کو سرٹیفکیٹ اور انعام تقسیم کرتے ہوئے مرکزی وزیر برائے اقلیتی امور کے رحمٰن خاں نے کہی۔ انھوں نے اس ضمن میں آئی او ایس کے طریقہ کار کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ آئی او ایس نے ایک ریسرچ ادارہ ہونے کے باوجود ملت کے مختلف ایشوز پر نظر رکھی ہے اور اسے حکومت کے سامنے سائنٹیفک طریقہ سے پیش کیا ہے۔ اس لحاظ سے پورے ملک میں اس کا کوئی ثانی نہیں ہے۔

اس موقع پر کے رحمٰن خاں نے کہا کہ مجھے یہ ماننے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں ہے کہ حکومت کی اسکیمیں زمینی سطح تک نہیں پہنچ رہی ہیں۔ ان اسکیموں کے زمین تک پہنچنے میں کیا رکاوٹیں ہیں وہ آئی او ایس جیسی این جی او ہی بتا سکتی ہیں۔ جب عملی دشواریاں اور رکاوٹیں سامنے آئیں گی، تبھی اس کے ضابطوں میں ترمیم ہو سکے گی۔ کیونکہ اسکیم عوام کے لیے ہی بنتی ہیں۔

اس سے قبل موصوف نے اس چھ ماہی کمپیوٹر سرٹیفکیٹ کورس میں کامیاب ہونے والی 39 طالبات کو سرٹیفکیٹ دیا اور بالترتیب اوّل، دوم اور سوم پوزیشن حاصل کرنے والی نجم الشرف، صفیہ رحمٰن اور مس رابعہ لطیف کو مومنٹو بھی پیش کیا۔ وہیں سینٹرل روڈ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے 600 کارکنان میں واحد مسلم خاتون سائنسداں محترمہ فرحت آزاد نے اپنی جانب سے اوّل پوزیشن حاصل کرنے والی طالبہ کو 5000 روپے نقد دیتے ہوئے اس بات کا اعادہ کیا کہ وہ یہ رقم تاحیات اوّل پوزیشن حاصل کرنے والی طالبہ کو ہر سال دیتی رہیں گی۔ عیاں رہے کہ کمپیوٹر ٹریننگ کا یہ تیسرا پروگرام ہے جبکہ اس سے قبل دونوں کورسیز میں بالترتیب 52 اور 30 طالبات نے یہ سرٹیفکیٹ حاصل کیا تھا۔

دہلی اقلیتی کمیشن کے چیئرمین صفدر حسین خاں نے دہلی اقلیتی کمیشن کی سرگرمیوں کا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ کمیشن اب تک 15 بیداری کیمپ لگا چکا ہے جبکہ 8 کیمپ مزید لگانے ہیں۔ ان کیمپوں کا مقصد اقلیتی اسکیموں سے عوام کو واقف کرانا ہے۔ اس تعلق سے دہلی میں 6 کمپیوٹر ٹریننگ سینٹر چل رہے اور موبائیل ریپئرنگ کے کورسز بھی شروع کر دیا ہے جس کے 3 کورسیز چل رہے ہیں اور 4 مزید کورس شروع کرنا ہے۔ بیوٹی شین اور جوٹ بیگ کورسیز کو جلد ہی کمیشن شروع کرنے والا ہے۔ انھوں نے آئی او ایس کے ذریعہ کئے گئے مختلف سروے بشمول سلاٹر ہاؤس سروے کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ آئی او ایس کو مختلف سرکاری اسکیموں کی ڈائریکٹری تیار کرنے کی ذمہ داری بھی دی گئی ہے، توقع ہے کہ وہ اسے اگلے ماہ تک پورا کر لے گا۔ صفدر حسین خاں نے اقلیتوں کو ملنے والے لون میں درپیش دقت خاص کر سرکاری گارنٹر کی شرط کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ جین جن کی آبادی مشکل سے 2 فیصد ہے، 50 فیصد قرض حاصل کیا ہے جبکہ دہلی میں مسلمانوں کی 11 فیصد آبادی میں سے محض 0.02 فیصد ہی لون حاصل کر سکی ہے۔

اس موقع پر آئی او ایس چیئرمین ڈاکٹر محمد منظور عالم نے کہا کہ ان کی خواہش ہے کہ ایک ایسا ادارہ قائم کیا جائے جہاں انفارمیشن اور ٹکنالوجی کی تعلیم صرف اور صرف خواتین کے لیے مخصوص ہو۔ اس کے لیے آئی او ایس کے پاس جگہ ہے لیکن اس پر انفراسٹرکچر بنانے کے لئے مولانا آزاد ایجوکیشن فاؤنڈیشن کی جو شرائط ہیں وہ کہیں نہ کہیں رکاوٹ پیدا کر رہی ہیں۔ اس لئے اگر وہ دور ہو جائیں تو ہم آگے بڑھ سکتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ ہم تعلیم کو عام کرنے اور نوجوانوں میں مہارت پیدا کرنے کے لئے کوشاں ہیں تاکہ وہ خود کفیل ہو سکیں۔ ڈاکٹر عالم نے آئی او ایس کے ذریعہ ملک کے مختلف شہروں میں بنائے جا رہے سینٹروں کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ ''ناخواندگی متاؤ'' پر بھی آئی او ایس نے پہل کی ہے تاکہ ملک سے ناخواندگی دور ہو سکے۔

نظامت کے فرائض سپریم کورٹ کے وکیل مشتاق احمد نے انجام دیئے جبکہ شکریہ کی تحریک دہلی اقلیتی کمیشن کے رکن پشپیندر سنگھ نے پیش کی۔ ڈائرکٹر آئی او ایس کمپیوٹر ٹریننگ سینٹر ابراہیم عالم نے مہمانوں کو گلدستہ پیش کر اُن کا استقبال کیا۔ پروگرام میں شرکت کرنے والوں میں چنڈی گڑھ سے آئے معروف صحافی سردار گردیپ سنگھ، جامعہ ملیہ اسلامیہ کے پروفیسر اقبال احمد، پروفیسر رفاقت علی، پروفیسر آئی ایچ خاں، فیروز خاں غازی ایڈوکیٹ کے علاوہ بڑی تعداد میں خواتین و طالبات نے شرکت کی۔ □□

آئی او ایس لیگل سیل کمیٹی کی ایک اہم میٹنگ

(درمیان میں) ڈاکٹر محمد منظور عالم، دائیں سے، پروفیسر زیڈ ایم خاں، پروفیسر افضل وانی، پروفیسر اقبال حسین اور مفتی نادر القاسمی وغیرہ

انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز (آئی او ایس) کی لیگل سیل کمیٹی نے عصمت دری کے بڑھتے واقعات پر قابو پانے کی غرض سے حکومت کے ذریعہ بنائی گئی جسٹس جے ایس ورما کمیٹی کے ذریعہ مانگے مشوروں کے ضمن میں مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر غور وخوض کے بعد 5/جنوری 2013ء ایک ڈرافٹ تیار کر کے مذکورہ کمیٹی کو ارسال کر دیا۔ جسٹس جے ایس ورما کو بھیجے گئے اپنے ڈرافٹ میں آئی او ایس چیئر مین ڈاکٹر محمد منظور عالم نے یہ واضح کیا کہ ڈرافت پر مبنی ان سفارشات سے مسئلہ کے سبھی پہلوؤں پر ریسرچ کرنے میں یقیناً مدد ملے گی اور اس سلسلہ میں آئی او ایس بغیر کسی مالی تعاون کے اپنی خدمات دینے کے لیے تیار ہے۔

لیگل کمیٹی کی اس میٹنگ میں عصمت دری کے بڑھتے واقعات اور خواتین کے ساتھ ہو رہے وحشیانہ اور گھناونے سلوک، قانون نیز سماجی صورتحال پر تفصیل سے غور وخوض کیا اور اتفاق رائے سے یہ طے کیا ہے کہ خواتین کی عصمت وعفت کے انسداد کے لیے موثر اقدام کیے جائیں اس ضمن میں یہ خیال پایا گیا کہ موجودہ دس سال کی قید با مشقت سزا کو عمر قید میں تبدیل کیا جانا اسے روکنے میں معاون ہو سکتا ہے۔ خواتین کے تئیں وحشیانہ اور گھناؤنے عمل کے سدباب کے لیے احتجاج کرنے والے لاکھوں افراد کو مطمئن کرنا ایک دشوار گذار کام ہے کیونکہ اس بات کا مطالبہ ہو رہا ہے کہ عصمت دری کے مجرموں کو سر عام پھانسی پر لٹکایا جائے اور الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے اس کی اس طرح تشہیر کی جائے جس سے مجرموں کے دل میں خوف پیدا ہو سکے۔

اس کے برعکس تصویر کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اس طرح کے معاملوں میں اکثر غلط پھنسایا جاتا ہے۔ جو کسی فیصلے تک پہونچنے میں مشکلات پیدا کرتا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ تحقیق اور سزا کے نظام میں خامیاں ہیں جس میں قدروں کا زوال بھی شامل ہے۔ کمیٹی کا یہ بھی احساس تھا کہ عصمت دری کے انسداد کے لیے جو اقدام کیا جائے وہ نہایت موثر ہو۔ عام طور پر عصمت دری کے واقعات شراب کے نشے میں ہوتے ہیں اس لیے ایسی شراب نوسی جو عوامی زندگی کو متاثر کرتی ہو ان لیے موجودہ قوانین کا از سر نو جائزہ لیا جائے۔

لیگل کمیٹی نے اس ضمن میں عصمت دری کی قسمیں اور ان کی سزاؤں کا 13 نکات پر مفصل جائزہ پیش کیا اس کے علاوہ نظام عدلیہ میں اصلاحات سے متعلق سات تجاویز پیش کیں، جو اس طرح ہیں:

(۱) پولیس کے احتساب سے متعلق قوانین کی تجدید اور انکو موثر بنانا (۲) نظام عدل، مقدمہ چلانے، تحقیق اور پولیس کے طریقے کو موثر بنانے کے لیے نئی تکنیک کا استعمال (۳) قانون کے متعلقہ پہلوؤں میں پولیس افسران کے لیے تربیتی پروگرام کا انعقاد (۴) عصمت دری کے معاملے کے اختتام پر اس کے ریکارڈس کو عوام کے لیے فراہمی (۵) مناسب تعداد میں خواتین پولیس کی تقرری (۶) سوسائٹی کے دیگر افراد پر دست درازی کرنے والے مدہوش افراد کے لیے مناسب قانون کا وضع کرنا (۷) نابالغ عصمت دری کرنے والے افراد پر دوسروں کی طرح مقدمہ چلایا جائے سوائے اس کے کہ ان کو جیل کے علیحدہ کمپارٹمنٹ میں رکھا جائے۔

جسٹس جے ایس ورما کو بھیجی گئیں یہ سفارشات آئی او ایس کی ویب سائٹ پر موجود ہیں جس کا پتہ ہے

www.iosworld.org

بڑھتے ہوئے جرائم کے لئے کوئی ایک فیکٹر ذمہ دار نہیں

آئی او ایس لیکچر کے دوران پروفیسر افضل وانی کا اظہارِ خیال

انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز (آئی او ایس) کے کانفرنس ہال میں 15/ جنوری 2013ء کو "موجودہ دنیا میں تعزیراتی پالیسیاں: موافقت اور اثرات" کے موضوع پر گرو گوبند سنگھ اندر پرستھ یونیورسٹی میں قانون کے پروفیسر اور لاء کمیشن آف انڈیا کے رکن پروفیسر افضل وانی نے تفصیل سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ آج کی دنیا میں بڑھتے جرائم کے لیے کوئی ایک فیکٹر ذمہ دار نہیں ہے بلکہ یہ پوری طرح اقتصادی، معاشرتی اور نفسیاتی معاملوں سے جڑا ہوا ہے اور اس میں سے کسی کو الگ کر کے نہیں دیکھا جاسکتا۔ معاشرتی حقیقت بھی یہی ہے کہ سوچا، محسوس کیا اور کیا۔ در اصل یہ تین عناصر ہیں جن کی بنیاد پر جرم پروان چڑھتا ہے۔ موجودہ زمانے میں جہاں جرائم پر قابو پانے کی بات کی جاتی ہے وہاں متاثرہ کے بارے میں بھی سوچا جارہا ہے جو کہ اب سے پہلے تک اس انداز میں سوچا نہیں جاتا تھا۔

انھوں نے صنعتی انقلاب کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ انڈسٹریلائزیشن کے بعد جرائم کے گراف میں اضافہ ہوا ہے۔ ایک طرف اس انڈسٹریلائزیشن نے روزگار کے نام پر عورت کو گھر سے باہر نکالا لیکن اسے کوئی سماجی تحفظ نہیں دیا جس کے نتیجہ میں ایک عورت کے لیے گھر اور انڈسٹریز دونوں جگہ کام کی ذمہ داری رہی۔ انڈسٹریز نے خواتین اور بچوں کو روزگار اپنی منفعت بخش پالیسی کے تحت دیا لیکن ان کے تحفظ کے تئیں اپنی ذمہ داری نہیں ادا کی جس کے نتیجہ میں آج دنیا میں کرائم کا گراف بڑھ گیا۔

پروفیسر وانی کا کہنا تھا کہ جرائم پر قابو پانے کے لیے سزا دینے کا مقصد مجرم کے دل میں خوف پیدا کرنا اور دوسروں کو اس سے باز رکھنا ہے۔ اس ضمن میں انھوں نے کہا کہ بین الاقوامی سطح پر ایمنسٹی انٹرنیشنل جیسے ادارے اصلاح کی بات کرتے ہیں کیونکہ اُن کا خیال ہے کہ اِس طرح کتنے لوگوں کو پھانسی دی جائے گی؟ امریکا جیسے ترقی یافتہ ملکوں میں ملزم کی عمر اگر نابالغ ہے تو اسے 15 سال کی سزا دی جاسکتی ہے جبکہ جرمانے کی کوئی حد نہیں ہے لیکن ہندوستان میں یہ سزا تین سال ہے۔

دائیں سے- پروفیسر افضل وانی لیکچر دیتے ہوئے، مشتاق احمد ایڈوکیٹ اور پروفیسر زیڈ ایم خاں

پروفیسر افضل وانی نے اسلامی تعزیری قانون کے تعلق سے کہا کہ ہم اپنے ملک میں یہ مطالبہ نہیں کر سکتے کہ اگر کوئی مسلم اس جرم کا ارتکاب کرے تو اسے مسلم کرمنل لاء کے مطابق سزا دی جائے کیونکہ یہاں ایسا کوئی مکمل اسلامی نظام قائم نہیں ہے۔ اس ضمن میں انھوں نے افغانستان کے ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ کس طرح وہاں کے طالب علموں کو قانون کا ایک اہم سبق 'گواہی' (Evidence) پڑھاتے وقت دقت پیش آئی۔ یہ سمجھانے میں انھیں کئی دن لگ گئے کہ اس کی ضرورت کیا ہے؟ طلباء کی یہ دلیل تھی کہ اس سبق کی ضرورت کیا ہے کیونکہ ہم جو دیکھیں گے اسی کی گواہی دیں گے۔

ان کا کہنا تھا کہ مجرموں کو سدھارنے کے نام پر جیلوں کو بھرا جارہا ہے اور ہماری محنت کی کمائی سے ٹیکس کاٹ کر ان لوگوں کو کھلایا جارہا ہے جو زنا بالجبر، قتل اور دیگر مقدمات میں جیل کی سزا کاٹ رہے ہیں۔ اس لیے ہمیں یہ جاننے کا پورا حق ہے کہ اصلاح کے نام پر کیا ہو رہا ہے؟

پروگرام کی صدارت کرتے ہوئے آئی او ایس سکریٹری جنرل ڈاکٹر ظہور محمد خاں نے کہا کہ گذشتہ دنوں بات چیت کے دوران وہ آئی او ایس چیئرمین ڈاکٹر محمد منظور عالم سے اس بات پر اختلاف کر رہے تھے کہ آئی او ایس کے دائرہ کار کو محدود کیا جائے لیکن آج کی گفتگو کے بعد مجھے احساس ہوا کہ "آئی او ایس چیئرمین کی بات صحیح ہے اور میں اپنی بات سے رجوع کرتا ہوں"۔ نظامت کے فرائض مشتاق احمد ایڈوکیٹ آن ریکارڈ نے انجام دیئے۔ دیگر شرکاء میں جامعہ ملیہ اسلامیہ کے پروفیسر اقبال حسین، سینئر صحافی اور آئی او ایس کرنٹ افیئرس کے ایڈیٹر ضیاء الحق، ماہنامہ ملّی اتحاد کے معاون مدیر صفی اختر، آل انڈیا ملّی کونسل کے پی آر او وسیم احمد اور معروف شاعر اسرار جامعی کے نام قابل ذکر ہیں۔ ☐☐

آئی او ایس کا سفر منزل بہ منزل

(دائیں سے) پروفیسر اوپیندر بخشی، پروفیسر محمد امین، پروفیسر طاہر محمود، ڈاکٹر محمد منظور عالم

(دائیں سے) ڈاکٹر محمد منظور عالم، قاضی مجاہدالاسلام، پروفیسر اے ایم خسرو، پروفیسر نجات اللہ صدیقی، پروفیسر ٹی عبدالرحمن

ہندوستانی مسلمانوں کو ریزرویشن کے مطالبہ پر لیکچر دیتے ہوئے پروفیسر تھیودور وپی رائٹ جونیئر

کولکاتہ چیپٹر کے ذریعہ منعقدہ شام مذاکرہ

PRINTED MATTER

FROM
IOS KHABARNAMA
162, JOGABAI MAIN ROAD
JAMIA NAGAR
NEW DELHI-110025

Published from Institute of Objective Studies, 162 Jogabai Main Road, Jamia Nagar, New Delh- 110025
printed at Bharat Offset, 2035, Qasimjan Street, Delhi - 110006